رزق حلال کی اہمیت اور خاندانی نظام کے استحکام میں اس کا کردار

ڈاکٹر عبدالحمید خان عباسی*

خلاصہ:

اسلام پاکیزگی اور نفاست کا دین ہے، جو مسلمان سے جسمانی اور روحانی پاکیزگی اور نفاست کا تقاضا کرتا ہے۔ دین اسلام میں انسانی جسم اور روح کی پاکیزگی ان بنیادی امور میں سے ہے جس پر خاص توجہ دے کر ایمان کا نصف حصہ قرار دیا گیا ہے اور اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں شمار کیا گیا ہے۔ ظاہری اور معنوی صفائی اور پاکیزگی کو انسان کی شخصیت سازی اور معاشرہ سازی میں بنیادی حیثیت حاصل ہے اسی سے قوموں کی شناخت اور پہچان ہوتی ہے تہذیب وتمدن کا وقار بلند ہوتا ہے۔ انسانی حیثیت اور شخصیت متعین ہو جاتی ہے اسلام نے جس طرح جسمانی اور بدنی صفائی کو ضروری قرار دیا ہے اس سے زیادہ تاکید کے ساتھ روحانی اور معنوی پاکیزگی پر زور دیا ہے چونکہ روحانی پاکیزگی انسان کی اخلاقی اور فکری پرورش میں موثر کردار ادا کرتی ہے خاندانی نظام کو مستحکم کرتی ہے اس اہمیت کی خاطر اس مقالے میں خاندانی نظام کے استحکام میں رزق حلال کی اہمیت کو قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ قارئین پر یہ بات واضح ہو جائے کہ حلال کسب نظام حیات کو دوام بخشتا ہے جب کہ حرام خوری سے خاندانی نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔

کلیدی الفاظ: رزق، حلال وحرام، خاندان، استحکام، کردار، اسلام

اسلام پاکیزگی اور نفاست کا دین ہے، جو مسلمان کو جسمانی اور روحانی طور پر طاہر اور پاک دیکھنا چاہتا ہے۔ انسان کو جسمانی اور روحانی طور پر پاک کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے حضرت محمدﷺ تک انبیائے کرام بھیجے جنہوں نے اپنے اپنے ادوار میں بنی نوع انسانوں کی ہدایت کے لیے سر توڑ کوششیں کیں۔ سب سے آخر میں حضرت محمدﷺ تشریف لائے۔ آپ کی آمد کے ابتدائی زمانہ میں ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا:

*چیئرمین شعبہ قرآن وتفسیر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ [1]

اور اپنے کپڑے پس پاک رکھیے اور گندگی سے دور رہیے۔

پاکیزگی سے مراد روحانی اور جسمانی دونوں اقسام ہیں۔ جسمانی پاکیزگی سے مراد جسم اور پہناوے کا صاف ہونا جبکہ روحانی پاکیزگی کے لیے بہت ساری چیزیں ضروری ہیں۔ جن میں سے اہم چیز حلال کمانا اور حلال کھانا ہے۔ جب **اسلام انسان کی زندگی کے ہر پہلو کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے اور اس کی مکمل راہنمائی کرتا ہے اور اسے اصول و ضوابط کا پابند بناتا ہے، تو ایسے میں وہ کمانے، کھانے اور خرچ کرنے کے معاملے میں انسان کو کیسے شتر بے مہار چھوڑ سکتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے جو چیز چاہے کھائے اور جہاں سے اور جیسے حاصل کرنا چاہے کرے۔** اسلام نے مسلمان کی حصول رزق کے معاملے میں بھی مکمل راہ نمائی کی ہے اور انسان کو اچھے اور پاکیزہ رزق کے حصول کی تعلیم دی اور اس کے لیے اسباب پیدا فرمائے تاکہ وہ اپنے جسم کی صفائی اور پاکیزگی کا جس طرح خیال رکھتا ہے، اسی طرح اپنے پیٹ کو حرام کمائی سے بچانے کی کوشش کرے۔ شیخ عبد العال سالم نے طہارت کی دس اقسام بیان کی ہیں جن میں سے ایک قسم طهارة البطن بھی ہے۔ جو اکل حلال کو مستلزم ہے اور اکل حلال کے لیے کسب حلال ضروری ہے۔ فاضل مصنف لکھتے ہیں:

طهارة البطن، وهي أكل الحلال [2]

پیٹ کی طہارت حلال کھانا ہے۔

رزق حلال کا مفہوم

حلال خالص شرعی اصطلاح ہے، جو حرام کی ضد ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ مسلمان اپنے کھانے کے لیے صرف ان چیزوں کا انتخاب کرے جن کا حکم شارع نے دیا ہو اور ان اشیاء کے کھانے سے اپنے آپ کو بچائے جن سے شریعت نے منع کیا ہے۔ شیخ ابو ابراہیم اسحاق الفارابی حلال کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والحَلالُ: نقيضُ الحَرامِ. ورَجُلٌ حَلالٌ، أي ليس بِمُحْرِمٍ. [3]

---

[1] - المدثر، ۷۴ :۴- ۵

[2] - المشترك اللفظي في الحقل القرآني، عبد العال سالم مكرم، جلد ۱، ص ۲۲۳، موسسة الرسالة — بيروت، الطبعة: الثانية، ۱۴۱۷

[3] - معجم ديوان الأدب، أبو إبراهيم إسحاق بن إبراهيم بن الحسين الفارابي، جلد ۳، ص ۶۵، مؤسسة دار الشعب للصحافة والطباعة القاهرة، عام النشر: ۱۴۲۴ هـ - ۲۰۰۳ م

حلال حرام کی ضد ہے، حلال اس شخص کو کہا جاتا ہے جو احرام کی حالت میں نہ ہو۔

رزق حلال کے استعمال سے مراد یہ ہو گا کہ مسلمان رزق حرام سے اپنے آپ کو بچائے۔ جمہور علماء کا موقف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو پیدا کیا، وہ حلال، حرام اور متشابہات پر مبنی ہیں۔ حلال کا استعمال کیا جائے، حرام سے قطعی طور پر اجتناب کیا جائے گا اور متشابہات سے بھی حتی المقدور اجتناب کیا جائے گا جبکہ معتزلہ کے ہاں سارا رزق جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، وہ حلال ہے اور اس میں حرمت بندے کے ناجائز طریقہ کار کے باعث پیدا ہوئی ہے۔ معتزلہ نے قرآن کریم مجید کی آیت سے استدلال کیا ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ [1]

اللہ وہ ذات ہے جس نے زمین کا سب کچھ تمھارے لیے پیدا کیا۔

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے معتزلہ نے یہ ثابت کیا کہ زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے پیدا کی ہے

انسان بطور رزق ان چیزوں کو اپنے کام میں لا سکتا ہے۔ شیخ متولی الشعراوی اسی نظریے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وكل رزق في هذا الوجود حتى الرزق الحرام هو من الله ﷻ فلا رازق إلا الله ولكن الذي يجعل الرزق حراما هو استعجال الناس عليه فيأخذونه بطريق حراموا لو صبروا لجاءهم حلالا [2]

اس طور پر رزق یہاں تک کہ رزق حرام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی رازق نہیں لیکن رزق کو جس چیز نے حرام کیا، وہ لوگوں کا ناجائز طریقے سے اس کو جلدی حاصل کرنا ہے۔ اگر یہ لوگ صبر کرتے تو یہ ان کے لیے حلال ہو جاتا۔

جمہور امت کے ہاں رزق چونکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطیہ ہے اور اس میں ہر چیز حلال نہیں جیسا کہ معتزلہ نے لفظ "ما" کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے بلکہ حلال کا صحیح معنٰی جاننا ضروری ہے۔ یحییٰ بن ھبیرہ الزوحیلی نے معنٰی بیان کرتے ہوئے لکھا:

[1]- البقرة، ۲: ۲۹

[2]- تفسير الشعراوي — الخواطر، احمد متولي الشعراوي (المتوفى: ۱٤۱۸ھ)جلد ۱، ص ۳٦٥-الناشر: مطابع أخبار اليوم

أكل الحلال له معنايان: أحدهما، أن يكون لا يتناول المؤمن إلا ما أفتاه الشرع بحله، والمعنى الآخر، أنه لا يتورع المؤمن من أكل حلال أفتاه الشرع فأكله؛ فإن تحريم الحلال كتحليل الحرام.[1]

رزق حلال کے دو معنیٰ ہیں:

۱۔ مومن اس چیز کو نہ کھائے مگر جس کے حلال ہونے کا حکم شریعت نے دیا ہو۔

۲۔ مومن اس چیز کو کھانے سے اعراض نہ برتے۔ جس چیز کے کھانے کا حکم شریعت نے دیا ہو۔ کیونکہ حلال کو حرام کرنا اسی طرح ہے جیسا کہ حرام کو حلال کرنا۔

آدمی کے زندہ رہنے کے لیے مال کی اہمیت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ جس طرح پانی کے بغیر کشتی کا چلنا ممکن نہیں۔ اسی طرح مال کے بغیر انسانی زندگی کا سفر بھی ناممکن ہے۔ مال آدمی کی زندگی کی بقاء کا بنیادی ذریعہ ہے۔ اس میں فرد اور معاشرے کی سلامتی ہے۔ یہ جنگ اور امن میں انسانوں کی ضرورت ہے۔ اسی وجہ سے اسلام نے مال کی حفاظت اور اسے بے جا خرچ کرنے سے منع کیا ہے۔ اعتدال کے ساتھ خرچ کی ترغیب دی ہے اور دوسروں کو اس بات سے منع کیا ہے کہ وہ کسی کا مال اس کی اجازت کے بغیر اٹھائیں اور خرچ کریں۔ آپؐ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر اصحاب رسولؐ کو مخاطب کرتے ہوئے انھیں ایک دوسرے کے خون، مال اور عزت کو حرام قرار دے کر ترغیب دی کہ وہ جس طرح دوسرے مسلمان کی عزت اور خون بہانا حرام سمجھتے ہیں۔ اسی طرح دوسروں کے مال کو کھانا بھی حرام سمجھیں۔ انسانی جسم سے صادر ہونے والے اعمال کا بنیادی محرک اس کا مال اور کھانا ہی ہے، جس سے یہ اعمال صادر ہوتے ہیں۔ اسی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل ابن الصلاح الصنعانی لکھتے ہیں:

كل الحلال أصل يتفرع عنه كل خير[2]

حلال کھانا ہر خیر کے صدور کی بنیاد ہے۔

ہر ذی روح چیز کے اعمال سے اس کے کھانے کی نشاندہی اور پہچان ہوتی ہے اور اس کے طرز عمل سے کھانے کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔ اس لیے خیر اور شر، نیکی اور بدی کے صدور میں آدمی کے

---

[1]-الإفصاح عن معاني الصحاح، يحيى بن مُحَمَّد بن هبيرة الذهلي الشيبانيّ، (المتوفى: ٥٦٠هـ)، جلد ٦، ص ٤٩-الناشر: دار الوطن، سنة النشر: ١٤١٧هـ

[2]- التَّنويرُ شَرْحُ الجَامِعِ الصَّغِيرِ، المؤلف: مُحَمَّد بن إسماعيل بن صلاح الصنعاني (المتوفى: ١١٨٢هـ) جلد ١٠، ص ١٤٣-الناشر: مكتبة دار السلام، الرياض طبع ٢٠١١ م

کھانے کا بھی بڑا دخل ہے۔اسلام رزقِ حرام سے منع کرتا ہے کیوں کہ جو چیزیں حرام ہیں، وہ انسانی اخلاق پر برے اثرات ڈالتی ہیں۔ان سے انسان جسمانی اور روحانی طور پر اخلاقی انحطاط اور ذہنی پراگندگی کا شکار ہو جاتا ہے۔اس لیے ان سے بچنے کا حکم دیا گیا۔ ہمارے ہاں جو اخلاقی برائیاں پائی جاتی ہیں ان کا زیادہ تعلق ہمارے ذرائع آمدن کے مشکوک ہونے سے ہے۔اسی لیے شریعت نے مردار اور ناپاک چیزیں حرام کیں۔ حرمت کی طرح مشکوک مال و دولت کا استعمال بھی درست نہیں جو ناجائز ذرائع سے حاصل کیا گیا ہو۔

حلال اور مباح میں فرق

عرف میں حلال کے لیے مباح اور طیب کا لفظ بھی استعمال کر دیا جاتا ہے اور عام طور پر ان دونوں الفاظ کو ایک دوسرے کا مترادف گردانا جاتا ہے تاہم بعض فقہائے کرام نے حلال اور مباح میں واضح فرق بھی کیا ہے۔ حسن بن عبد اللہ العسکری نے فرق بیان کرتے ہوئے لکھا:

> الْفرق بَين الْحَلَال والمباح : أَن الْحَلَال هُوَ الْمُبَاح الَّذِي علم إِبَاحَته بِالشَّرْعِ والمباح لَا يعْتَبر فِيهِ ذَلِك تَقول الْمَشْي فِي السُّوق مُبَاح وَلَا تَقول حَلَال[1]

> حلال اور مباح کے مابین فرق یہ ہے کہ حلال اس مباح کام کو کہا جاتا ہے جس کی اباحت شریعت سے معلوم ہوئی ہو،اور مباح میں شریعت کی جانب سے اباحت کا پایا جانا ضروری نہیں۔ جیسا کہ تم کہو، بازار میں چلنا مباح ہے۔ یہ نہیں کہا جاتا کہ حلال ہے۔

اسلام نے معاشی اقدار کو اخلاقیات سے الگ رکھنے کے بجائے دونوں کو ہم آہنگ رکھا ہے۔ یہ اسلام کا اعجاز ہے کہ یہ انسان کو زندگی کے ہر پہلوؤ کے متعلق راہنمائی کرتا ہے ۔ قرآن کا مقصد ایسا معاشرہ قائم کرنا ہے، جس میں تفاوت نہ ہو، ظلم اور استحصال نہ ہو، جبر و تشدد نہ ہو، کمزوروں کے ساتھ ناانصافی نہ ہو۔ اس معاشی جدوجہد میں اسلام نے انسانیت کو شخصی ملکیت کا حق ضرور دیا ہے۔ مگر یہ حق غیر محدود نہیں بلکہ اس میں اقرباء، دوستوں، ہمسایوں اور ضرورت مند محتاجوں کی ضرورت کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ ایسا کرنا معاشی توازن قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے تاکہ دولت ایک جگہ سمٹ کر نہ رہ جائے اور معاشرے میں گردش کرتی رہے۔ اسلام میں اسی وجہ سے بخل، اسراف، فضول خرچی منع ہے اور اس سے مسلم امہ کو یہ

[1]-الفروق اللغوية، أبو هلال الحسن بن عبد الله بن سهل بن سعيد العسكرى (المتوفى: نحو ٣٩٥هـ)، جلد ،ص ٢٢٤، دار العلم والثقافة للنشر والتوزيع، القاهرة – مصر

پیغام دیا جاتا ہے کہ انسان دولت جمع کرنے اور خرچ کرنے میں بالکل خود مختار نہیں بلکہ اسکے لیے حدود و قیود مقرر ہیں تاکہ پوری انسانیت اس کے مال سے نفع حاصل کر سکے۔ اسلام کے معاشی نظام میں کسب حلال کو بڑی اہمیت حاصل ہے بلکہ یوں کہنا بے جا نہ ہو گا کہ اسلام کے معاشی نظام کا دار و مدار ہی کسب حلال پر موقوف ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے بار بار اس حقیقت پر زور دیا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے اسی کی مرضی کے مطابق نفع اٹھا سکتا ہے یعنی آدمی پاک اور ناپاک، جائز اور ناجائز میں فرق کرے اور وہ فرق بھی اسی قاعدے اور قانون کے مطابق ہونا چاہیے جسے اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ[1]

اے ایمان والو! کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے آپ کو دی ہیں۔

درج بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح حکم دیا ہے کہ اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو کھایا جائے۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جسے اس نے حرام قرار دیا، ان سے بچا جائے۔ کسی طرح ناجائز طریقوں سے رزق حاصل کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

انسان رزق کمانے میں اپنی مرضی سے حلال، حرام، جائز اور ناجائز قرار دینے کا حق نہیں رکھتا اور نہ ہی یہ اختیار اللہ تعالیٰ نے اسے دیا ہے کہ وہ اس کی مقرر کردہ حدود میں کسی قسم کی تبدیلی کر سکے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ[2]

جس چیز کے حلال یا حرام ہونے کا حکم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ نے نہ دیا ہو اسے حلال یا حرام مت سمجھو کیونکہ چیزوں کی حلت اور حرمت کا مدار اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے حکم کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہے۔ شریعت نے حلال کے لیے لفظ طیب کا لفظ بھی استعمال کیا ہے اور جگہ جگہ حلال اور طیب کھانے کی ترغیب دی ہے۔ احادیث کی کتب میں حلال اور طیب کو انبیائے کرام علیہم السلام کی خوراک بھی کہا گیا ہے۔ مباح عمل کو انجام دینے والے کی نہ تو تعریف کی جاتی ہے اور نہ مذمت بلکہ اس کا عمل کرنا یا نہ کرنا برابر ہے۔

اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے۔ انسان کو عادلانہ نظام قائم کرنے کی تلقین کرتا ہے اور ظلم سے روکتا ہے۔ اسلام زندگی گزارنے کا مکمل خاکہ پیش کرتا ہے، جس میں رہن سہن، کھانا پینا اور تعلیم و تربیت کی تمام

---

[1] ۔ البقرۃ، ۲ : ۱۷۲۔

[2] ۔ النحل ،۱۶: ۱۱۶۔

چیزیں شامل ہیں۔اس لیے اسلام کے مکمل ضابطہ حیات ہونے کے ناطے اسلام جہاں مسلمانوں کو دیگر اسلامی احکامات سے روشناس کرتاہے وہاں حلال کھانےاور حلال کمانے کی بھی ترغیب دیتاہے ۔ چنانچہ اسلامی تعلیمات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ خالق کائنات نے جا بجا حلال کھانےاور کمانے پر زور دیاہے۔قرآن وسنت میں جابجاحکم دینے سے یہ بات فرض کادرجہ رکھتی ہے کہ جس طرح اسلام نے عقائد، عبادات اور معاملات میں مکلفین کی راہنمائی فرمائی ہے ،اسی طرح اسلامی نظام معیشت میں توازن لانے کے لیےانسانی خوراک اور کھانے میں بھی خوب راہنمائی کی گئی ہے۔

مسلم معاشرے میں مال کے حصول کے لیے گھر سے باہر نکلناپڑتاہے، بیع وشراء اور کام کی انجام دہی کے لیے طویل سفر کرنے پڑتے ہیں۔اس وجہ سے شریعت نے کمائی کی ذمہ داری شوہر کے سپرد کی ہے اور مرد کوبیوی اور گھر والوں پر قوام بھی مقرر کیاہے۔ارشاد خداوندی ہے:

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِم[1]

مرد عورتوں پر محافظ و منتظم ہیں اس لئے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے (بھی) کہ مرد (ان پر) اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔

قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوتاہے کہ کما کر لانے اور اہل خانہ کی ضرورت پوری کرنے کی ذمہ داری مرد یعنی خاندان کے سربراہ کی ہے۔جس خاندان میں حرام مال سے اجتناب کیاجاتاہو وہاں حرام کی نحوست نہیں پائی جاتی بلکہ پاکیزہ اور پرامن معاشرہ تشکیل پاتاہے۔اللہ تعالٰی کاارشاد ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً[2]

جو کوئی نیک عمل کرے (خواہ) مرد ہو یا عورت جب کہ وہ مومن ہو تو ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے۔

اس آیت میں اعمال صالحہ کے بدلے پاکیزہ زندگی کاوعدہ کیاگیاہے اور شریعت کی رو سے حلال کمائی بھی عمل صالح ہی ہے۔حدیث نبوی ہے:"الکاسب حبیب اللہ"اسی طرح ایک روایت میں منقول ہے کہ سب سے عمدہ کھاناوہ ہے جس کوانسان اپنی کمائی سے کھائے۔ارشاد نبوی ہے:

أَيُّمَا لَحْمٍ نَبَتَ مِنْ حَرَامٍ، فَالنَّارُ أَوْلَى بِهِ[1]

---

[1]- النساء ،۴: ۳۴

[2]- النحل،۱۶ : ۹۷

ہر وہ جسم جو حرام سے نموپذیر ہوا ہو تو آگ اس کی زیادہ مستحق ہے۔

خاندانی استحکام میں رزق حلال کی اہمیت اوراس کا کردار یہ ہے کہ حلال کمانے اور کھانے کے بعد ہی انسان نیک اعمال کرنے کا اہل ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو اگر مخاطب کرکے فرماتا ہے کہ حلال کھاؤاور نیک عمل کرو، تو عام مسلمان بطریق اولیٰ اس کے مخاطب ہیں۔ لہٰذا اعمال کی قبولیت کے لئے حلال کھانااور کمانااز حد ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف صرف مقبول اعمال کا صعود ہوتا ہے ارشاد ربانی ہے:

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُه[2]

پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور وہی نیک عمل (کے مدارج) کو بلند کرتا ہے۔

رزق حرام کے ذرائع

اللہ تعالی نے اپنے برگزیدہ رسولوں اوران کے پیروکاروں کو پاکیزہ چیزیں کھانے کا حکم دیا ہے جو اللہ نے حلال کی ہیں اور یہی رزقِ حلال ایک انسان کو عمل صالح کی ترغیب دیتا ہے اور زندگی میں قناعت اور صبر کے جذبات بیدار کرتا ہے۔ اسی وجہ سے دنیامیں بھیجے جانے والے انبیائے کرامؑ اپنے اپنے ادوار میں اپنے ہاتھوں سے حلال کمائی کیا کرتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا ہاتھ سے کمائی کرنا صحیح بخاری میں موجود ہے جبکہ انبیائے کرامؑ کا بکریاں چرانا بھی کتب حدیث میں موجود ہے جو حلال کمائی کا واضح ثبوت ہے تاہم بعض لوگوں کو اس نیک عمل کی توفیق نصیب نہیں ہوتی جس کے چند اہم اسباب درج ذیل ہیں:

ا۔ رشوت:

اسلام نے رشوت ستانی کے ذریعے مال کمانے کی سختی سے تردید کی ہے۔ رشوت دینے اور لینے والے کو جہنمی قرار دیا ہے۔ رشوت معاشی ناہمواری پیدا کرنے کا بدترین طریقہ ہے۔ جس پر چل کر معاشرے میں اخلاقیات کی بنیادیں ہلا کر رکھ دی جاتی ہیں۔ قرآن کریم نے رشوت کو "السحت" سے تعبیر کیا ہے جس کے معنٰی کے بارے میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کہ یہ کیا ہے تو آپ نے جواب دیا: رشوت لینا۔ عَن زيد بن ثَابتأَنه سُئِلَ عَن السُّحت فَقَالَ: الرِّشْوَة[3]

---

[1]- المعجم الاوسط،رقم الحديث: ٦٤٩٥

[2]- الفاطر،٣٥ : ١٠

[3]- الدر المنثور،عبد الرحمن بن أبي بكر،جلال الدين السيوطي (المتوفى:٩١١هـ)،جلد٣،ص٨١،دار الفكر–بيروت

اسلام سے قبل یہودی علماء کے بارے میں قرآن کریم میں ہے کہ وہ لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھایا کرتے تھے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ [1]

اے ایمان والو! بیشک (اہلِ کتاب کے) اکثر علماء اور درویش، لوگوں کے مال ناحق (طریقے سے) کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں (یعنی لوگوں کے مال سے اپنی تجوریاں بھرتے ہیں اور دینِ حق کی تقویت واشاعت پر خرچ کئے جانے سے روکتے ہیں) اور جو لوگ سونا اور چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب کی خبر سنادیں۔

اس آیت کی تفسیر میں باطل طریقے سے مال کھانے کی وضاحت یوں کی گئی :

كانوا يأخذون الرشا في تخفيف الأحكام، والمسامحة في الشرائع [2]

وہ فیصلہ میں نرمی کرنے اور حکم شرعی سے چشم پوشی کرنے کے لیے رشوت لے لیا کرتے تھے اور اسی طریقے کو قرآن کریم نے باطل طریقے سے مال کھانا قرار دیا ہے۔

موجودہ زمانہ میں رشوت لینے والے افراد بھی دراصل بنی اسرائیل کے احبار ورہبان کی پیروی کرتے ہوئے اپنی تجوریاں بھرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دھرتی سے انصاف ختم ہو جاتا ہے۔ سر بازار فیصلہ جات کی بولیاں لگتی ہیں، قانون کوڑیوں کے بدلے نیلام کیا جاتا ہے۔ ریاست کی گرفت کمزور اور ڈھیلی پڑنے لگتی ہے اور ارباب اقتدار کا یہ عمل جانبین کے لیے دنیا میں جگ ہنسائی اور آخرت میں رسوائی کا موجب بنے گا۔

۲۔غصب

معاشرتی عدم استحکام کا ایک بڑا سبب مسلم ممالک میں غصب کا بڑھتا ہوا رجحان ہے۔ یہ وہ مال ہے جس کو جائز اور حلال ذرائع سے حاصل نہ کیا گیا ہو، بلکہ اپنی طاقت کے زور پر دوسرے سے چھینا گیا ہو۔ اس

[1]- التوبة،۹: ۳٤

[2]- اللباب في علوم الكتاب، سراج الدين عمر بن علي بن عادل الدمشقي ،جلد ١٠، ص ٧٨،دار الكتب العلمية بيروت / لبنان،الطبعة: الأولى، ١٤١٩ هـ -١٩٩٨م

سے استفادہ بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح چوری اور ڈاکہ زنی سے حاصل شدہ مال حرام ہے۔ غصب اور دھونس دھاندلی کے ذریعے سے حاصل کیا جانے والا مال حرام کی ایک قسم ہے۔ قدیم زمانہ میں اہل جاہلیت مورث کے مرتے ہی نابالغ وارثوں کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر ہڑپ کر لیا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں ان کے بارے میں ہے:

وَآتُوا الْيَتَامَى أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَى أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا [1]

تم یتیموں کا مال ان کے سپرد کرو، ان کے عمدہ مال کو اپنے ناکارہ مال سے مت تبدیل کرو یقینا یہ بڑے گناہ کی بات ہے۔

۳۔ سود

سود خوری معاشرتی عدم استحکام کا بہت بڑا سبب ہے جس نے معاشرے کی ساری اخلاقی قدروں کی چولیں ہلا کر رکھ دی ہیں۔ اس سودی نظام کو نبی کریمؐ نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعلان جنگ سے تشبیہ دی ہے اور جابجا اہل ایمان کو سود سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا [2]

اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

۴۔ ناپ تول میں کمی

معاشرتی عدم استحکام میں اہم کردار ناپ تول میں کمی کرنے کا بھی ہے، جس کے باعث قبل ازیں اقوام کو تباہ بھی کیا گیا۔ مال کی حرص، لالچ اور اس سے بے انتہاء شغف کے نتیجہ میں انسان اندھا ہو کر اپنی آخرت خراب کرنے لگتا ہے۔ وہ حاصل شدہ مال میں دیانت داری اور فرض شناسی کا دامن چھوڑتے ہوئے بددیانتی کے راستے پر چل پڑتا ہے۔ اس کی نظر میں مال کمانے کا یہ خفیہ اور غیر محسوس طریقہ نہایت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ وہ اپنی چالاکی اور عیاری کے باعث معاشرے میں ظلم کے بیج بونا شروع کرتا ہے اور اس کے اس عمل سے امن اور اخوت و مروت کے تناور درخت کو دیمک کی کاٹ شروع ہو جاتی ہے اور بالآخر وہ وقت آن پہنچتا ہے کہ اس معمولی سے جرم کے نتیجہ میں معاشرے سے اخلاقیات کا جنازہ اٹھتا ہے۔ ناپ تول میں کمی ایک گھناؤنا اور قبیح قسم کا جرم ہے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

---

[1] - النساء،۴ : ۲

[2] - البقرۃ،۲: ۲۷۵

وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ ، الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ، وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ[1]

ہلاکت ہوایسے لوگوں کے لیے جو مال وصول کرتے وقت مکمل جبکہ دیتے وقت وزن میں کمی کرتے ہیں۔

۵۔حیلہ سازی سے مال لینا

معاشرے میں عدم استحکام کاایک سبب مختلف حیلوں بہانوں سے عامۃالناس کامال ہتھیانا بھی ہے۔ قرآن مجید میں رزق حرام کمانے کے تمام مروجہ طریقوں کو باطل قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں سے اسے دور رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔ارشادربانی ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ[2]

اے ایمان والو!تم ایک دوسرے کامال آپس میں ناحق طریقے سے نہ کھاؤ۔

اس آیت میں اپنامال ناجائز طریقے سے نہ کھانے سے یاتومراد یہ ہے کہ مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے بھی وہی پسند کرتاہے جو اپنے لئے پسند کرتاہے۔لہٰذا دوسرے کا مال اپنا سمجھتے ہوئے ناجائز طور پر نہیں کھائے گا۔یامراد یہ ہے کہ جب ایک بندہ دوسرے کامال ناجائز طریقے سے کھائے گاتولامحالہ مکافات عمل کی صورت میں اس کامال بھی ناجائز طریقے سے کھایاجائے گا۔تواسی لئے دوسرے کامال کے کھائے جانے سے تعبیر کیاگیاہے۔جب بندہ کمائی میں ناجائز ذرائع سے اجتناب کرے گاتواس کا حلال مال ناجائز مدات میں خرچ ہونے سے بچارہے گا۔اگرچہ مقدار میں یہ مال کم ہی کیوں نہ ہومگرحلت کی برکت سے اسے پرسکون اور اطمینان بخش زندگی میسر ہوگی جس سے اس کاخاندانی نظام مستحکم ہوکررہے گا۔قرآن حکیم نے ہمیں ایسے مستحکم نظام اپنانے کے لئے حلال کھانے کے ساتھ ساتھ یہ دعا عطافرمادی ہے:

رَبَّنَآاٰتِنَافِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً[3]

اے ہمارے پروردگار!ہمیں دنیامیں(بھی)بھلائی عطافرمااورآخرت میں بھی۔

مختصراًیہ کہ جس خاندان میں حلال کمانے اور کھانے کااہتمام نہ کیاجارہاہووہاں خاندانی استحکام برقرار نہیں رہ سکتابلکہ خاندان کاشیرازہ بکھرجاتاہے۔مذکورہ بالاآیت میں باطل طریقوں سے مال جمع کرنے اور

[1]- المطففین،۸۳: ۱، ۲، ۳

[2]- النساء،۴: ۲۹

[3]- البقرۃ،۲: ۲۰۱

کھانے سے منع کیا گیا ہے اور اضافہ یہ کیا گیا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ آپ کسی کا مال ناجائز طریقے سے قبضے میں کر کے حکام کے سامنے ملکیت کا دعویٰ کر کے ان کو رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلہ کروالیں۔اس سلسلہ میں حاصل کیا گیا مال بھی حلال نہیں رہے گا۔

اللہ تعالیٰ جابجا حلال کمانے اور کھانے کی ترغیب دیتا ہے۔ناپ تول میں کمی کرنا بھی حرام مال کمانے کا موجب ہے۔اسلام میں حلال اور پاکیزہ طریقے سے روزی کمانا فرض قرار دیا گیا ہے۔ایک مسلمان کے کو یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان اور مومن بھی کہے اور حلال و حرام میں تمیز بھی کرے۔نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا:

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ ، لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ ، أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ ؟[1]

لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی مال لیتے وقت یہ نہیں دیکھے گا کہ آیا وہ مال حلال سے ہے یا حرام سے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

من أكل الحلال أربعين يوما نور الله قلبه واجرى ينابيع الحكمة من قلبه[2]

جس نے چالیس دن تک حلال کھایا اللہ تعالیٰ اس کا دل منور کردے گا اور اس کے دل سے حکمت کے چشمے جاری کردے گا۔

وجاء في بعض الأخبار أن الله تعالى لا يقبل عبادة من في جوفه لقمة من حرام[3]

دوسری روایت میں ہے: اللہ تعالیٰ اس شخص کی عبادت قبول نہیں کرے گا، جس کے پیٹ میں حرام کا ایک لقمہ بھی ہو۔

---

[1]- الجامع الصحيح(محمد بن اسماعيل البخارى)،(المتوفى: ٢٥٦هـ)،كتاب البيوع،رقم:٢٠٥٩

[2]- حلية الاولياء، ابو نعيم الاصبهانى،(المتوفى:٤٣٠هـ)، الجزء الخامس، ص٣٤٩، بيروت،روح البيان،إسماعيل حقي بن مصطفى الإستانبولي الحنفي الخلوتي , المولى أبو الفداء (المتوفى: ١١٢٧هـ)جلد ٧، ص ٢٩١، دار الفكر – بيروت

[3]- احيا ء علوم الدين، محمد بن محمد الغزالى (المتوفى ٥٠٥هـ) ،كتاب الحلال والحرام ، ص ٨٩، بيروت ، روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني،شهاب الدين محمود بن (المتوفى: ١٢٧٠هـ)جلد ٩،ص ٢٤١،دار الكتب العلمية – بيروت، لطبعة: الأولى، ١٤١٥ هـ

رزق حلال اور دعا

دعا کی قبولیت میں رزق حلال کا بڑا دخل ہے۔ شارع نے دعاء کی قبولیت کے اسباب میں سے ایک سبب حلال کھانا اور حرام سے بچنا بھی قرار دیا ہے۔ پس اگر کوئی شخص کسی بھی طرح کے ظاہری یا باطنی طریقے سے حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے، تو اس کی دعا قبول ہونے کے بجائے رد ہو جاتی ہے۔ جو جسم رزق حلال سے طاقت اور تقویت حاصل کرے گا وہ صحیح معنوں میں عبادت الٰہی سے بہرہ ور ہو سکے گا اور جس جسم کی پرورش حرام غذا سے کی جائے گی، اس سے عبادت کی انجام دہی محال اور ناممکن ہے۔

بیان المعانی میں عبدالقادر محمودؒ لکھتے ہیں:

ومن شروط الإجابة أكل الحلال، والإنابة إلى الله، والإخلاص له بالعمل[1]

دعا کی قبولیت کی کے لیے شرط ہے حلال کھانا، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا، عمل میں اخلاص کا ہونا۔

قيل: إن للدعاء جناحين: أكل الحلال، وصدق المقال[2]

کہا گیا ہے کہ دعا کے دو پر ہوتے ہیں: حلال کھانا اور سچی بات کہنا۔

ایمان کا لب لباب

سہل بن عبداللہ تستری نے اسلام کا لب لباب تین چیزیں بتلائی ہیں:

قال: أصول مذهبنا ثلاث: أكل الحلال، والاقتداء بالرسول صلّى الله عليه وسلّم في الأخلاق والأفعال، وإخلاص النية في جميع الأعمال[3]

ہمارے مذہب کے تین اصول ہیں:

۱۔ حلال کھانا

---

[1] : بيان المعاني،عبد القادر بن ملّا حويش السيد محمود آل غازي العاني (المتوفى: ١٣٩٨هـ)جلد ٥، ص ١٣٤، طبع دمشق، الطبعة: الأولى، ١٣٨٢ هـ - ١٩٦٥

[2] : تطريز رياض الصالحين، فيصل بن عبد العزيز بن فيصل ابن حمد المبارك الحريملي النجدي (المتوفى: ١٣٧٦هـ)جلد ١، ص ١٠٥٠، دار العاصمة للنشر والتوزيع، الرياض

[3] : تفسير التستري، أبو محمد سهل بن عبد الله التُستري (المتوفى: ٢٨٣هـ)جلد ١، ص ١٦٥، الناشردارالكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى - ١٤٢٣ هـ

۲۔افعال اور اخلاق میں حضورؐ کی اتباع کرنا

۳۔سارے اعمال میں اخلاص نیت

ابو نعیم اصبہانی نے ایمان کا نچوڑ پانچ چیزوں کو قرار دیتے ہوے لکھا :

" خمس خصال ينبغي للمؤمن أن يعرفها: إحداهن معرفة الله تعالى، والثانية معرفة الحق، والثالثة إخلاص العمل لله، والرابعة العمل بالسنة، والخامسة أكل الحلال[1]

پانچ خصلتوں کا مومن کے لیے جاننا ضروری ہے ا۔ اللہ کی پہچان ۔۲۔ حق کی پہچان ۳۔ عمل کو اللہ کے لیے انجام دینا ۴۔ سنت پر عمل کرنا ۵۔ حلال کھانا

مذکورہ بالا مبحث کا بغور جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام معاشرے میں توازن اور استحکام دیکھنا چاہتا ہے۔اسی وجہ سے اسلام نے معاشرتی توازن کے قیام کے لیے ان امور کی نشاندہی کرا کے انہیں لازم پکڑنے کا حکم دیا ہے جن سے امن قائم ہو سکتا ہے اور ہر اس امر سے منع کیا ہے جو معاشرتی بگاڑ کا موجب بن سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اسلامی معاشرے میں حرام خوروں کے لیے عزت و شرف کا کوئی مقام نہیں، چاہے وہ قارون کے خزانوں کے مالک ہوں۔اس کے پاس فرعون اور ہامان جتنی شہرت کیوں نہ ہو اور عزت و احترام کے مستحق صرف وہ لوگ ہیں جو محنت کر کے حلال روزی کھاتے ہیں، چاہے روکھی سوکھی ہی کیوں نہ کھاتے ہوں۔

عصر حاضر میں رشوت ستانی، کرپشن، لوٹ کھسوٹ اور چور بازاری کے نتیجہ میں بلیک میلر، رشوت، سود اور دیگر حرام ذرائع سے دولت حاصل کرنے والے لوگوں نے محنت مزدوری کر کے رزقِ حلال کمانے والوں کو حقیر اور پست طبقہ بنا کر رکھ دیا ہے۔وہ کمزور، غریب محنت کشوں کو معاشرے کا حقیر طبقہ خیال کرتے ہیں۔انہوں نے حرام ذرائع سے کمائی جانے والی دولت کو ہی اپنی کامیابی خیال کر رکھا ہے۔ حالانکہ شریعت نے مال کی کثرت اور قلت کو اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت اور عدم قبولیت کا معیار نہیں بنایا۔اللہ کے ہاں قبولیت تو نیک اعمال کے باعث ہی ممکن ہے۔

[1]: حلية الاوليا،أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد الأصبهاني (المتوفى: ۴۳۰ھ)جلد ۹، ص ۳۱۰،السعادة بجوار محافظة مصر، ۱۳۹۴ھ - ۱۹۷۴م

مصادر ومراجع

۱. المشترك اللفظي في الحقل القرآني،عبد العال سالم مكرم، موسسة الرسالة — بيروت، الطبعة: الثانية، ١٤١٧

۲. معجم ديوان الأدب، أبو إبراهيم إسحاق بن إبراهيم بن الحسين الفارابي، مؤسسة دار الشعب للصحافة والطباعة القاهرة، عام النشر: ١٤٢٤ هـ - ٢٠٠٣ م

۳. تفسير الشعراوي — الخواطر، احمد متولي الشعراوي (المتوفى: ١٤١٨هـ) الناشر: مطابع أخبار اليوم

۴. الإفصاح عن معاني الصحاح، يحيى بن مُحَمَّد بن هبيرة الذهلي الشيبانيّ، (المتوفى: ٥٦٠هـ)، الناشر: دار الوطن،سنة النشر: ١٤١٧هـ

۵. التَّنويرُ شَرْحُ الجَامِع الصَّغِيرِ، المؤلف: مُحَمَّد بن إسماعيل بن صلاح الصنعاني (المتوفى: ١١٨٢هـ) الناشر: مكتبة دار السلام، الرياض طبع ٢٠١١ م

۶. الفروق اللغوية، أبو هلال الحسن بن عبد الله بن سهل بن سعيد العسكرى (المتوفى: نحو ٣٩٥هـ)، دار العلم والثقافة للنشر والتوزيع، القاهرة - مصر

۷. المعجم الاوسط

۸. الدر المنثور،عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: ٩١١هـ)، دار الفكر— بيروت

۹. اللباب في علوم الكتاب، سراج الدين عمر بن علي بن عادل الدمشقي،دار الكتب العلمية بيروت / لبنان،الطبعة: الأولى، ١٤١٩ هـ -١٩٩٨م

۱۰. الجامع الصحيح(مُحَمَّد بن اسماعيل البخارى)،(المتوفى: ٢٥٦هـ)،كتاب البيوع،رقم:٢٠٥٩

۱۱. حلية الاولياء، ابو نعيم الاصبهانى،(المتوفى:٤٣٠هـ)، بيروت،روح البيان،إسماعيل حقي بن مصطفى الإستانبولي الحنفي الخلوتي , المولى أبو الفداء (المتوفى: ١١٢٧هـ) دار الفكر - بيروت

۱۲. احيا ء علوم الدين، مُحَمَّد بن مُحَمَّد الغزالى (المتوفى ٥٠٥هـ) ،كتاب الحلال بيروت ، روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني،شهاب الدين محمود بن (المتوفى: ١٢٧٠هـ) دار الكتب العلمية — بيروت، لطبعة: الأولى، ١٤١٥ هـ

۱۳. بيان المعاني،عبد القادر بن ملّا حويش السيد محمود آل غازي العاني (المتوفى: ١٣٩٨هـ) طبع دمشق، الطبعة: الأولى، ١٣٨٢ هـ - ١٩٦٥

۱۴. تطريز رياض الصالحين، فيصل بن عبد العزيز بن فيصل ابن حمد المبارك الحريملي النجدي (المتوفى: ١٣٧٦هـ) دار العاصمة للنشر والتوزيع، الرياض

۱۵. تفسير التستري، أبو مُحَمَّد سهل بن عبد الله التُستري (المتوفى: ٢٨٣هـ) الناشردارالكتب العلمية — بيروت، الطبعة: الأولى - ١٤٢٣ هـ